ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر محمد نذیر (نذیر بیسپا)
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جامعہ کراچی، کراچی۔
ڈاکٹر نظیم امان-ہنزائی
اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ فار ایجوکیشنل ڈویلپمنٹ، آغا خان یونیورسٹی، کراچی۔
ڈاکٹر فائزہ زہرا مرزا
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جامعہ کراچی، کراچی۔

مسلم فکری روایات اور مدینہ فاضلہ کے مبادیات: جلال الدین دوانی کی اخلاق جلالی کے تناظر میں ایک مطالعہ

Dr. Muhammad Nazir (Nazir Bespa)*
Assistant Professor, Dept. of Persian, University of Karachi, Karachi
Dr. Nazim Aman-Hunzai
Assistant Professor, Institute for Educational Development, The Aga Khan University, Karachi
Dr. Faizeh Zehra Mirza
Associate Professor, Dept. of Persian, University of Karachi, Karachi
***Corresponding Author:** nazirbespa@uok.edu.pk

A Discourse on Madina Fāzila, Virtuous State, in Muslim Thought: An Overview of Jalāl-Al-Dīn Muḥammad Davānī's Aḵlāq-e-Jalālī

This study focuses on Jālāl-al-Dīn Muḥammad Davānī (1426–1502) as an illustrative figure in Muslim political thought, who offered a comprehensive perspective on the characteristics of an ideal Muslim

state. Drawing on Davānī's magnum opus, Akhlaq-e-Jalālī, the study explores his ethical framework for understanding the interrelationship between the individual, the state, and society. This work remained among the most influential writings on Muslim ethics, particularly in the Indian context, and continued to shape Muslim intellectual discourse and educational curricula well into the late 20th century. Its enduring presence highlights its intellectual relevance and its capacity to inspire ongoing debates on Muslim ethics. This paper concentrates on the third section of Akhlaq-e-Jalālī, which addresses fundamental questions concerning politics, governance, statecraft, and the contested notion of the ideal state, Madina Fāzila (the virtuous city/state). Davānī outlines the constitutive elements of such a state by synthesizing Peripatetic rationalism, Illuminationist metaphysics, and Sufi ethics. Central to his political philosophy is the principle of 'adl (justice)' which he regards as requiring morality to permeate political praxis. This morality, rooted in Islamic values and piety, necessitates ethical behavior at individual, familial, societal levels. Consequently, the core components of Davānī's virtuous state include morally guided citizens, ethical politics, principled statecraft, and an ideal ruler whose actions are rooted in Islamic morality and who surpasses others in knowledge and understanding. Davānī's conception of the ideal ruler closely parallels Plato's philosopher-king, though it is reinterpreted through the framework of Islamic ethical thought. In his vision, the virtuous state is one in which morality and justice are not only interdependent but also mutually reinforcing, working together to promote happiness and well-being at both the individual and societal levels.

Key Words: *Jālāl-al-Dīn Davānī, Ak̲lāq-e-Jalālī, Islamic political thought, justice, virtuous citizenship, ethical governance, Islamic philosophy.*

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

تعارف:

موضوع کا پس منظر:

علم اخلاق کا بنیادی موضوع خیر و شر یا نیکی اور بدی ہے اور اس میں انسانی عادات و اطوار اور رویوں سے بحث کی جاتی ہے۔ علم اخلاق کا اصل مقصد انسانوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا اور ان کے انفرادی اور اجتماعی برتاؤ کی اصلاح کے لیے ان کو آمادہ کرنا ہے۔ تہذیب اخلاق تمام ادیان خاص طور اسلامی تعلیمات کا اولین مقصود ہے۔ اسی طرح فارسی ادب کا ایک بڑا حصہ "تعلیمی ادب" خاص طور پر تہذیب اخلاق پر مشتمل ہے۔ فارسی زبان میں شاعروں اور ادیبوں نے اخلاقیات کے موضوع پر درجنوں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ فارسی کے تمام بڑے شعرا کے ہاں اخلاقی موضوع پر اشعار ملتے ہیں۔ قابوس بن وشمگیر زیاری (متوفی: ۱۰۱۲ء) کی قابوس نامہ[۱]، ابو علی حسن نظام الملک طوسی (۱۰۱۸ء-۱۰۹۲ء) کی سیاست نامہ[۲]، امام غزالی (۱۰۵۸ء-۱۱۱۱ء) کی کیمیائے سعادت[۳] اور سعدی شیرازی (۱۲۱۰ء-۱۲۹۲ء) کی گلستان[۴] اور بوستان[۵] جیسی کتابیں بھی زیادہ تر اخلاقیات کے موضوع پر ہیں۔ ان کے علاوہ نصیر الدین طوسی (۱۲۰۱ء-۱۲۷۴ء) کی اخلاق ناصری[۶]، جلال الدین دوانی (۱۴۲۶ء-۱۵۰۲ء) کی اخلاق جلالی[۷] اور ملا واعظ حسین کاشفی (۱۴۳۶ء-۱۵۰۴ء) کی اخلاق محسنی[۸] اس موضوع پر لکھی جانے والی سب سے اہم اور مستقل تصانیف ہیں جو اپنے موضوع اور اسلوب کی اہمیت کے سبب آج بھی اہم ترین علمی اور تحقیقی مباحث میں شامل ہیں۔

ہماری زیر نظر کتاب "اخلاق جلالی" کی بنیاد "اخلاق ناصری" پر ہے، جب کہ خود "اخلاق ناصری" کی بنیاد ابو علی بن محمد بن یعقوب مسکویہ (۹۳۲ء-۱۰۳۰ء) کی قدیم عربی کتاب "تہذیب الاخلاق"[۹] پر ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی (۱۲۰۱ء-۱۲۷۴ء) نے اخلاق ناصری کے مقدمے میں سبب تالیف کتاب کے حوالے سے مفصل بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب ناصر الدین محتشم اسماعیلی (متوفی: ۱۲۵۷ء)، گورنر قہستان کے حکم پر ابن مسکویہ کی عربی کتاب "تہذیب الاخلاق" کی بنیاد پر اسے فارسی میں مرتب کیا تھا اور اسی حاکم کے نام کی نسبت سے اس کتاب کا نام "اخلاق ناصری" رکھا۔ اس کتاب میں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن کے عنوان کے تحت تین پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔[۱۰] جلال الدین دوانی (۱۴۲۶ء-۱۵۰۲ء) نے ڈھائی صدی بعد "اخلاق ناصری" کے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

طرز پر اپنی کتاب " لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق " کو ان ہی تین موضوعات سے متعلق ترتیب دیا، جو بعد میں ان کے نام کی نسبت سے "اخلاق جلالی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اگرچہ اس کتاب میں بھی سارے وہی مباحث زیر بحث آئے ہیں جو "اخلاق ناصری" میں ذکر ہوئے ہیں لیکن دوانی نے اس میں آیات و احادیث اور حکمت آمیز حکایات و روایات کو شامل کر کے اسے اسلامی رنگ دیا ہے۔

اخلاق جلالی کو برصغیر پاک و ہند میں خاص پذیرائی ملی اور مدتوں یہاں کے مدارس اور جامعات میں نصاب کا حصہ رہی ہے، جس میں جامعہ کراچی بھی شامل ہے جہاں ۱۹۹۵ء تک یہ کتاب نصاب میں شامل تھی۔ ایرانی محقق ڈاکٹر مریم دانشگر کا "تأثیر افکار و آثار جلال الدین محمد دوانی در شبہ قارہ ھند (برصغیر میں جلال الدین محمد دوانی کے افکار و آثار کے اثرات)" کے عنوان سے ایک مفصل علمی اور تحقیقی مقالہ شایع ہو چکا ہے، جس میں انہوں نے برصغیر میں مولانا جلال الدین دوانی اور ان کی دیگر تصانیف کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ فاضل محقق نے اگرچہ دوانی کی شخصیت اور دیگر تصانیف کے اثرات کا بھی بھرپور جائزہ لیا ہے البتہ جو اہم نکتے "اخلاق جلالی" کے باب میں بیان کئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

جلال الدین دوانی کی تصنیف اخلاقِ جلالی کو ایران کی نسبت برصغیر کے مسلمانوں میں کہیں زیادہ مقبولیت ملی۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے زیادہ تر خطی و مطبوعہ نسخے برصغیر کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ برصغیر کے دینی مدارس کے علاوہ یہ کتاب برطانوی دورِ حکومت کے اختتام تک مختلف جامعات، خاص طور پر دہلی، پنجاب، اور پٹنہ کے نصاب میں شامل رہی۔ فارسی ادب کے شعبے میں بی اے کی سطح پر اس کی ابتدائی چار لمعات پڑھائی جاتی تھیں، جب کہ فلسفے کے طلبا انگریزی ترجمہ استعمال کرتے تھے۔ اورینٹل کالج لاہور میں بھی اسے خاص اہمیت حاصل تھی۔ روایتی درسی مراتب میں "منشی" کے درجے میں اس کا باب سیاستِ مدن اور "منشی فاضل" میں مکمل کتاب شامل نصاب رہی۔ اخلاقِ جلالی کی پہلی مطبوعہ اشاعت ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں کلکتہ سے ہوئی، اور بعد ازاں لکھنؤ، لاہور، اور بمبئی سے بھی بارہا طبع ہوئی۔ اس پر کئی شروح و منتخبات بھی لکھے گئے، جن میں محمد یوسف علی خان (مفتی ریاست کرناٹک) کی فارسی شرح "اعظم سواطع الآفاق فی شرح لوامع الاشراق" (۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء) نمایاں ہے۔ تدریسی مقاصد کے لیے سرمایۂ خرد جیسی منتخبات بھی تیار ہوئیں، جن

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلہ

میں تاریخ ملکم، رقعاتِ میرزا قتیل، بہار عجم، سکندر نامہ اور شاہنامہ سے اقتباسات شامل کیے گئے۔ اخلاقِ جلالی کے متعدد اردو تراجم ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا ترجمہ مولوی محمد امانت اللہ نے ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں جامع الاخلاق کے نام سے کیا۔ یہ ترجمہ سر جان فریڈرک موآت (Frederic John Mouat, 1816-1897) کی درخواست پر فورٹ ولیم کالج کی سرپرستی میں مطبع احمدی کلکتہ سے شائع ہوا، اور بعد میں لکھنؤ سے بھی کئی بار طبع ہوا۔ اردو تراجم میں "اللالی" از سجاد رضوی و مسلم ہاشمی، لاہور اور "معارج المعالی" از سید اقبال کاظمی زنجانی، جہلم قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بعض جزوی تراجم بھی ہوئے ہیں، جیسے شریف علی نے "عین المعانی" کے عنوان سے صرف لامعِ اول بمع لغات کا ترجمہ کیا ہے نیز محمد دین مختار اور ینٹل کالج لاہور اور بشیر الدین احمد نے بھی اس کے بعض حصوں کا ترجمہ کیا ہے۔ اردو تراجم کے علاوہ اخلاقِ جلالی کا پہلا انگریزی ترجمہ ولیم فورڈ تھامسن (W.F. Thompson) نے " Practical Philosophy of the Mohammedan People " کے عنوان سے کیا، جو ۱۸۳۹ء میں لندن سے شائع ہوا۔ تاہم، کتاب کی پیچیدہ زبان اور متن کی تدوین میں موجود نقائص کی وجہ سے ترجمہ ادبی و فلسفیانہ معیار پر پورا نہ اتر سکا۔ اس کے باوجود، یہ ترجمہ لندن اور کراچی سے متعدد بار شائع ہوا۔"

اس کے علاوہ بھی کئی تراجم اور شرحیں موجود ہو سکتی ہیں جن کا ذکر مذکورہ بالا مقالے میں نہیں ہوا ہے، جیسے شبیر احمد حیدری نے بھی اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اور ہم نے اسے مقالے میں بھی اس ترجمے سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس کتاب کے موضوع اور خاص طور پر برصغیر میں اس کے گہرے اثرات کے پیش نظر یہ کتاب پاک و ہند میں بھی اتنی اہمیت کی حامل ہے جتنی ایران میں اور اسی وجہ سے یہ کتاب اور اس کے مباحث تحقیق کے متقاضی ہیں۔ اردو میں سابقہ ادوار میں ہونے والے تراجم اور شروح کے علاوہ جدید اصولوں پر کوئی تحقیق یا علمی مقالہ نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح اس کتاب کے مطالب و موضوعات کی تفہیم و استدلال اور انفرادی و اجتماعی زندگی کی اصلاح اور سماجی نظم و انضباط کے لیے اس سے رہنمائی لینے اور جدید تحقیقی مطالعے کے ذریعے اس سے حاصل شدہ رہنما اصولوں کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے لوگوں کی اخلاقی تربیت، معاشرتی فلاح و بہبود اور ملکی انصرام و انتظام کے لیے اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

یہ کتاب جہاں ایک طرف ہماری تہذیب اخلاق کے لیے ایک اسلامی اور مشرقی بنیاد فراہم کرتی ہے وہیں سماج، ریاست اور حکومت کی تشکیل، نظم ونسق اور اصلاح معاشرہ کے لیے بہترین اصول مہیا کرتی ہے۔ اسی امر کے پیش نظر اس مقالے میں اس کتاب کو موضوع بنایا گیا ہے لیکن موضوع کی وسعت کے سبب کتاب کے تیسرے باب کے صرف چند اہم نکات کے تجزیہ و تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا ہے جن کا تعلق سماج اور ریاست کی تشکیل اور عناصر ترکیبی اور بہتر حکمرانی کے اصولوں سے ہے۔

جلال الدین دوانی کا تعارف اور تصانیف:

جلال الدین محمد دوانی المعروف علامہ دوانی، اسلامی دنیا کے عظیم دانش مند، فلسفی، حکیم، متکلم اور فارسی کے نثر نگار اور شاعر تھے۔ وہ ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے اسلامی تہذیب اور علوم عقلی کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

علامہ دوانی ۸۳۰ ھ مطابق ۱۴۲۶ء میں ایران کے موجودہ صوبہ فارس کے شہر "کازرون" کے علاقہ "دوان" میں پیدا ہوئے جو شہر شیراز سے ۲۰ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت محمد بن ابی بکرؓ سے جا ملتا ہے۔ ان کے والد سعد الدین اسعد صدیق کازرون میں دینی علوم اور شرعی مسائل کی تدریس کرتے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور بعد ازاں کچھ عرصے کے لیے دار العلم شیراز گئے، جہاں انہوں نے فلسفہ، حکمت، کلام، منطق، فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، ریاضی اور عربی و فارسی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اپنی غیر معمولی ذہانت اور استعداد کے باعث انہوں نے ان علوم کا وسیع مطالعہ کیا اور کم عمری میں ہی شہرت حاصل کی۔ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ نئی اور دلچسپ فکری موضوعات کی وجہ سے دور دراز سے تشنگان علم کی بڑی تعداد ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتی تھی کیوں کہ ان کے نظریات کی وجہ سے ان کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ روم، آذربائیجان، بغداد، کرمان، طبرستان اور خراسان سے بڑے بڑے علما اور فضلا شیراز آتے اور ان کے درس میں شریک ہوتے۔ علامہ دوانی نے ہفتے کے ہر دن کو ایک مخصوص علمی موضوع کے لیے مختص کر رکھا تھا۔[۱۲] تبریز کے حاکم سلطان یعقوب بایندری (متوفی: ۱۴۹۰ء) نے ان کو تبریز بلوا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلہ

کر بہت عزت بخشی اور قاضی فارس کے منصب پر فائز کیا۔ شیراز واپسی پر وہ مدرسہ "دار الایتام" میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔[۱۳]

علامہ دوانی کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ ان کے زمانے سے لے کر صدر الدین شیرازی المعروف ملا صدرا (۱۵۷۱ء-۱۶۳۵ء) کے دور تک، تقریباً ۱۵۰ برس کے عرصے میں درسی حلقوں اور عقلی مباحث میں ان کے افکار و نظریات کو فوقیت حاصل رہی۔ کہتے ہیں کہ صرف مشہور حکیم سید صدر الدین دشتکی شیرازی (متوفی:۱۴۹۸ء) ہی ان کے ہم پلہ تھے۔ دوانی سے قبل ان کا ایک بڑا حلقہ درس اور وسیع علمی اثر و رسوخ تھا، لیکن علامہ دوانی کے علمی میدان میں آنے کے بعد، سید صدر الدین کے حلقہ درس کی رونق میں نمایاں طور پر کمی واقع ہوئی تھی۔[۱۴]

علامہ جلال الدین دوانی نے عقلی اور نقلی علوم میں ۶۰ سے زیادہ کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔ جن میں تفسیر قرآن کے موضوع پر ۷، فلسفہ اور کلام کے موضوع پر ۲۴، منطق پر ۷، فقہ، اصول اور حدیث پر ۸، ہیئت، ہندسہ اور ریاضی کے موضوع پر ۵، اخلاق، فارسی ادب اور علوم غریبہ سے متعلق ۷ اور دیگر موضوعات پر ان کی تصانیف موجود ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں اثبات واجب قدیم، خلق افعال، نور الہدایہ اور عرض لشکر وغیرہ شامل ہیں۔ یہ کتابیں ترکی، ہندوستان، ایران اور عراق میں شائع ہو چکی ہیں۔ علامہ دوانی ۹۰۸ھ مطابق ۱۵۰۲ء میں وفات پائے۔ ان کا مزار دوان میں "شیخ عالی" کے نام سے مشہور مقبرے میں واقع ہے۔[۱۵]

"اخلاق جلالی" کا تعارف:

یہ کتاب جلال الدین دوانی کی اہم ترین تصنیف ہے۔ اس کا اصل نام "لوامع الاشراق فی المکارم الاخلاق" ہے لیکن صاحب کتاب کے نام کی نسبت سے "اخلاق جلالی" کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے یہ کتاب سلطان اوزون حسن بیگ بہادر آق قویونلو (حکومت:۱۴۵۳ء-۱۴۷۸ء) کے فرزند شہزادہ خلیل (متوفی:۱۴۷۸ء) کی فرمائش پر ۱۴۶۸ء تا ۱۴۷۸ء کے دوران تصنیف کی۔[۱۶]

اخلاق جلالی ایک "تمہید" سات "مطلع" اور تین "لامع" پر مشتمل ہے اور ہر "لامع" کو "لمعہ" کے عنوان کے تحت مزید ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے "لامع" کا عنوان "تہذیب اخلاق" ہے، جس میں دس فصلیں "لمعات" ہیں۔ ان میں حکمت، شجاعت، عفت اور عدالت جیسی مکارم اخلاق اور حیرت، جہالت، بد دلی،

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

خوف، شہوت اور حزن جیسے نفسانی امراض سے بحث کی گئی ہے۔ دوسرے "لامع" کا عنوان "تدبیر منزل" ہے جو چھ "لمعات" پر مشتمل ہے۔ اس "لامع" میں منزل کی ضرورت، مال و اموال کی حفاظت، اہل و عیال کی نگہ داشت، والدین کے حقوق جیسے عنوانات کے تحت اہم موضوعات شامل ہیں۔ تیسرا "لامع" "سیاست مدن و رسوم پادشاہی" کے عنوان سے ہے، جو تمدن کی ضرورت اور اہمیت، محبت کی فضیلت، سماج (مدنیت) کی اقسام، مملکت داری اور بادشاہی کے آداب، خدمت، صداقت اور معاشرت کے آداب کے عنوان سے سات "لمعات" پر مشتمل ہے۔ مختصر طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اخلاق جلالی کا پہلا "لامع" ذات، دوسرا "لامع" خاندان اور تیسرا "لامع" سماج یا ریاست کی تہذیب اور نظم و ضبط سے ہے۔[17]

"اخلاق جلالی" خواجہ نصیر الدین طوسی کی "اخلاق ناصری" کی پیروی میں اسی کی طرز پر لکھی گئی ہے جس میں اخلاق ناصری کے بعض مطالب کو ہو بہو نقل، کچھ حصوں کا خلاصہ اور بعض مطالب کو حذف کیا گیا ہے۔ کتاب کے ابواب و فصول کی ترتیب اور عنوانات بھی تقریباً یکساں ہیں البتہ "اخلاق ناصری" میں ابواب کو "مقالات" کا عنوان دیا ہے اور اس کو مختلف فصلوں میں تقسیم کیا ہے، جب کہ "اخلاق جلالی" میں باب کے لیے "لامع" اور فصل کے بجائے "لمعہ" کا عنوان دیا گیا ہے۔[18]

اگرچہ اخلاق جلالی اور اخلاق ناصری میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے لیکن مولانا جلال الدین دوانی نے اپنی کتاب میں بڑے مفید حکایات، اشارات اور نکات کا اضافہ کیا ہے۔ جیسا کہ دوانی نے خود بھی کتاب کے "سبب تالیف" میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کتاب کو قرآنی آیات، بزرگان دین، فلاسفہ، حکما، علما، خلفائے راشدین، ائمہ طاہرین اور حضور نبی اکرم (ص) کے ارشادات اور اقوال سے مزین کیا گیا ہے۔[19] اخلاق جلالی اور اخلاق ناصری میں موضوعی مماثلت کے باوجود بنیادی فرق یہی ہے کہ اخلاق ناصری کی بنیاد ارسطو کے مشائی فلسفے (Peripatetic school) پر ہے جب کہ اس کے برعکس اخلاق جلالی میں اپنی کتاب اخلاق جلالی کو یونانی حکمت اور اسلامی فلسفے کے امتزاج کے ساتھ، اشراقی نقطۂ نظر (Illuminationist Perspective) سے تصنیف کیا۔[20]

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

اخلاقِ جلالی کا اسلوب نہایت پر تکلف اور عالمانہ ہے، جس میں مسجع و مقفّٰی نثر اور فنی اسلوب نمایاں ہے۔ جملوں کی ساخت، پر مغز معانی، حکیمانہ نکات، شائستہ الفاظ، اور اشعار و آیات کا استعمال مصنف کی علمی گرفت کو ظاہر کرتا ہے۔ تاہم مشکل عربی الفاظ، پیچیدہ تراکیب اور طویل جملوں نے اس کی زبان کو اس قدر دشوار بنادیا ہے کہ ایک عام قاری کے لیے استفادہ آسان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلوب بعض اوقات خشک اور کشش سے عاری محسوس ہوتا ہے۔ اخلاق جلالی کے مترجم شبیر احمد حیدری اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جیسا اخلاق جلالی کے دیباچہ میں دوانی نے مقصد تالیف کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اخلاق ناصری کی باتوں کو سہل اور عام فہم زبان میں بیان کرنا چاہتے ہیں، لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا، چوں کہ وہ عربی کے عالم تھے اور کئی کتابوں کے مؤلف بھی، اس لیے ان کا فارسی انداز بیاں عربی زباں سے بہت متاثر معلوم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں فارسی الفاظ کی جگہ عربی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور ایسے الفاظ جو فارسی میں واحد استعمال ہوتے ہیں، انہوں نے جمع لکھا ہے۔ فارسی مصادر کی جگہ عربی اسما اور ارسطو، بو علی سینا اور فارابی کے نظریات جو موضوع سے متعلق ہے کے علاوہ قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا حوالہ دیا ہے۔ مکرّرات اور متروکات کے علاوہ عربی تراکیب کا کثرت سے استعمال کیا گیا ہے جس کے سمجھنے کے لیے عربی سے واقفیت ضروری ہے۔"[۲۱]

انداز بیان کی پیچیدگی کے باوجود اخلاق جلالی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ موضوع کے علاوہ یہ کتاب مصنف کے دور کے تاریخی، فکری اور تمدنی حالات کی آئینہ دار اور اخلاقیات میں مصنف اور ان کے دور کے گہرے نظریات کی عکاس ہے۔ دوانی نے اس کتاب میں فرد، معاشرہ، اور ریاست کے مابین تعلق کو اخلاقی اصولوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ ان کا فلسفہ اخلاق آج بھی انسان سازی، معاشرتی تنظیم اور ریاستی عدل کے لیے مشعل راہ ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

اخلاق جلالی کے بنیادی مباحث:

اخلاقِ جلالی اسلامی فلسفے اور اخلاقیات پر مبنی ایک جامع کتاب ہے، جو فرد، خاندان اور سماج کی تربیت کے لیے ایک مکمل نظامِ فکر پیش کرتی ہے۔ کتاب کا ابتدائی حصہ اخلاقیات کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے، جس میں اخلاقی فضائل ورذائل کی تشریح کے ساتھ ساتھ ان کے فرد اور معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ کتاب میں نفس کی تربیت پر خاص زور دیا گیا ہے کہ انسان کس طرح اپنے نفس کو سنوار کر اعلیٰ اخلاقی مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مصنف نے مختلف روحانی اور عملی طریقے بھی تجویز کیے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ فرد کے اخلاقی رویے کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے، اس لیے وہ معاشرتی اخلاقیات کے ضمن میں معاشرتی انصاف، حقوق العباد، باہمی احترام اور فرد و معاشرہ کے باہمی تعلق کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ انہوں نے ان اصولوں کی بھی نشان دہی کی ہے جن کی مدد سے ایک ایسا مدینہ فاضلہ (مثالی معاشرہ) تشکیل دیا جا سکتا ہے، جہاں ہر فرد اپنے فرائض اور حقوق کو بخوبی سمجھتا ہو۔

اخلاقِ جلالی میں اخلاقیات کے بنیادی اصولوں کو اسلامی تعلیمات اور حکمت کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے ان کی عملی تطبیق پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مقصد انسان کی روحانی، اخلاقی اور سماجی اصلاح ہے، اور بلاشبہ یہ آج بھی ایک متوازن اور مہذب زندگی گزارنے کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ نہ صرف اسلامی فلسفے کے طلبا کے لیے بلکہ ہر اُس فرد اور معاشرے کے لیے مفید ہے جو اخلاقی اور روحانی ترقی کی خواہش رکھتا ہے۔

اگرچہ اخلاقِ جلالی کے تمام موضوعات نہایت اہم اور ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، تاہم اس مقالے میں صرف کتاب کے تیسرے لامع کے بعض بنیادی نکات کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے، جو سیاست، حکومت اور مملکت داری سے متعلق ہیں۔ اس بحث کے ذریعے ہمیں معاشرہ، ریاست اور ریاستی و حکومتی اداروں کے نظم و نسق کے بارے میں اسلامی- فلسفی نقطۂ نظر کو سمجھنے میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

حکمت کی تعریف اور اقسام:

اسلامی فکری روایت میں "حکمت" عموماً "فلسفہ" کے ہم معنی تصور کی جاتی ہے۔ اردو لغت بورڈ کی تاریخی اصولوں پر مرتب کی گئی اردو لغت میں "حکمت" کے بہت سارے معانی درج ہیں جن میں سے بعض اہم درج ذیل ہیں:

"عقل،، دانش، دانائی، مصلحت، خوبی، طبابت، حقیقت، ماہیت، اصل، فلسفہ، علم جس میں مشاہدہ، غور و فکر، دلیل و برہان سے حقائق کو معلوم کیا جائے، (مراد) منطق، فلسفہ، سائنس"[۲۲]

مسلم مفکرین جیسے ابو نصر فارابی (۸۷۰ء-۹۵۰ء)[۲۳]، بو علی سینا (۹۸۰ء-۱۰۳۷ء)[۲۴] وغیرہ نے ارسطو (۳۸۴ق م-۳۲۲ق م)[۲۵] کی پیروی میں حکمت اور اس کی اقسام پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی نے اسلامی فلسفیانہ روایت میں اپنے پیشرو مفکرین کے فکری تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے حکمت کے مباحث کو منظم اور مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے نظریۂ حکمت کی بنیاد بھی ارسطوئی فکر پر ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اخلاق ناصری میں ارسطو کے نظریات کا حوالہ بھی دیا ہے۔[۲۶]

جلال الدین دوانی نے اخلاق ناصری پر اپنے نظریات اور مباحث کی بنیاد رکھی ہے اور تقریباً انہی مطالب کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ طوسی اور دوانی دونوں کی نظر میں "حکمت" انسانی طاقت کے مطابق موجودات کے احوال اور حقائق کو جاننے کا نام ہے۔ یہ علم اگر ان اشیا و امور سے متعلق ہو جو انسانی تصرف یا اختیار سے خارج ہو تو اسے "حکمت نظری" (Theoretical Wisdom) کہتے ہیں، اور انسان کے دائرہ اختیار میں آنے والی چیزوں کا علم "حکمت عملی" (Practical Wisdom) کہلاتا ہے۔[۲۷، ۲۸]

دوانی کے نزدیک حکمتِ عملی انسان کے لیے سب سے زیادہ ضروری اور فائدہ مند ہے کیونکہ اسی کے ذریعے انسان اپنے مقصدِ تخلیق یعنی خلافتِ الٰہی تک پہنچ سکتا ہے، اور یہی انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت ہے۔ ان کے مطابق حکمت کا موضوع نفسِ ناطقہ ہے، جو انسان کو شرافت، کمال اور غایتِ انسانی کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے، کیونکہ انسانی نفس میں اچھے اور برے دونوں طرح کے افعال کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ دوانی کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

نزدیک تہذیبِ نفس، حکمتِ عملی کا بنیادی جزو ہے، اور جب تک نفس اخلاقِ رذیلہ سے پاک نہ ہو، اس وقت تک عقل و حکمت کے علوم حاصل کرنا انسان کے تکبر، غرو اور فساد میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔[۲۹]

دوانی بھی نصیر الدین طوسی کی پیروی میں "حکمت عملی" کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: [۳۰،۳۱]

سیاست مُدُن:

حکما کے نزدیک حکمت عملی کا تیسرا حصہ "سیاست مدن" ہے اور دراصل یہی حصہ ہماری بحث کا موضوع اصلی ہے۔ اردو لغت بورڈ کی تاریخی اصولوں پر مرتب کی گئی اردو لغت میں سیاست کے معنی "کسی ملک کا نظام حکومت، ملکی تدبیر و انتظام، طریقہ حکمرانی، احتساب حکومت کا قیام اور حکومت کرنے کی حکمت عملی" درج ہے۔[۳۲] جب کہ "مدن" عربی لفظ "مدینہ" کی جمع ہے، جس کے معنی "شہر" کے ہیں۔[۳۳] جب کہ اردو لغت میں بستان حکمت مؤلفہ ۱۸۳۵ء کے حوالے سے "سیاست مدن" کی تعریف یوں درج ہے:

> "شہری انتظام، شہری و ملکی انتظام، فلاح و بہبود کا علم، کسی ملک کے باشندوں اور حکومت کے حقوق و فرائض کا علم، شہریت"[۳۴]

مفتی منیب الرحمن نے روزنامہ دنیا میں "سیاست" کے عنوان سے شائع شدہ اپنے ایک مقالے میں "سیاست مدن" کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

> "سیاستِ مُدن یعنی رعایا کی صلاح و فلاح اور بہبود کے لیے مملکت و ریاست اور حکومت کے نظمِ اجتماعی کی احسن طریقے سے تدبیر کرنا، بندے کے خلق اور خالق کے ساتھ روابط کو صحیح سمت میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلّہ

استوار کرنا، یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت کرنا، معاشرے میں عدلِ اجتماعی کو قائم کرنا۔۔۔"[۳۵]

دوانی نے اپنی کتاب کے تیسرے باب کو "سیاستِ مدن ورسومِ پادشاہی" کا عنوان دیا ہے۔ اس کے "لمعۂ اول" میں وہ انسانی فطرت، معاشرت اور باہمی تعاون کے فلسفے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کے مطابق انسان اپنی بنیادی ضروریات جیسے غذا، لباس اور رہائش کو تنہا پورا نہیں کر سکتا، اس لیے وہ دوسروں کے تعاون کا محتاج ہے۔ دوانی اس باہمی انحصار کو انسانی معاشرت کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اسے فطرت انسانی کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں۔ دوانی کے نزدیک ہر انسان فطری طور پر مختلف صلاحیتوں اور رجحانات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، جو اسے کسی خاص پیشے یا کام کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہی تنوع معاشرے کے نظم و نسق کے لیے ضروری ہے، کیونکہ اگر تمام افراد یکساں صلاحیتوں کے حامل ہوں تو اجتماعی نظام درہم برہم ہو جائے۔ اسی وجہ سے انسان کو اپنی نوع کے افراد کے ساتھ مل کر رہنے کی ضرورت ہے، جسے وہ "تمدن" کا نام دیتے ہیں، جو لفظ "مدینہ" سے ماخوذ ہے اور انسانی بقا کے لیے ناگزیر ہے، کیونکہ شہر میں باہم رہنا اور تعاون کرنا ہی زندگی کو ممکن بناتا ہے۔ دوانی واضح کرتے ہیں کہ "مدینہ" سے مراد صرف عمارتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک منظم اجتماعی نظام ہے جو انسانی امور کو ترتیب دیتا ہے۔ یہی وہ اجتماع ہے جسے حکما نے انسانی فطرت کا لازمہ قرار دے کر اسے "مدنی بالطبع" کہا ہے۔ چونکہ ہر انسان مختلف رجحانات اور مفادات رکھتا ہے، اگر انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے تو باہمی تعاون میں خلل پڑے گا اور معاشرہ تنازع و فساد کا شکار ہو گا۔ اس بگاڑ سے بچنے کے لیے ایک عادلانہ نظام درکار ہے جو ہر فرد کو اس کے حق پر راضی رکھے اور ظلم سے روکے۔ دوانی اسی نظام کو "سیاستِ عُظمیٰ" کہتے ہیں۔[۳۶]

دوانی کے نزدیک سیاستِ عُظمیٰ ایک ایسا نظام ہے جو معاشرتی اور سیاسی تعلقات کو منظم کرتا ہے اور انسان کو کمال کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ نظام توازن، اعتدال اور ہم آہنگی پر مبنی اصول فراہم کرتا ہے اور ایسی حکمتِ عملی اپناتا ہے جو افراد کو اخلاقی اور عملی بلندی کی طرف لے جاتی ہے۔ چونکہ دوانی انسانی کمال کو معاشرتی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

زندگی اور باہمی تعاون سے وابستہ سمجھتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک علم مدنی تمام افراد، خاص طور پر حکمرانوں کے لیے ناگزیر ہے۔ ان کے نزدیک مثالی سیاست درج ذیل تین بنیادی عناصر پر مشتمل ہے۔[۳۷]

۱. **ناموس (احکام الٰہی اور دینی اصول):** دوانی کا ماننا ہے کہ شریعت کے اصولوں کی پیروی کیے بغیر انصاف اور حقوق کی پاسداری ممکن نہیں۔ احکام شریعت ہی معاشرتی نظم و نسق کو قائم رکھتے ہیں لہٰذا اگر شریعت کے اصولوں کی پیروی نہ کی جائے تو حقوق پامال ہوں گے اور لوگ ظلم و ستم کا شکار ہوں گے۔

۲. **حاکم:** وہ شخص جو دینی احکام اور اصولوں کو نافذ کرے۔ دوانی کے مطابق حکمران کو الٰہی تائید کا حامل ہونا چاہیے تاکہ وہ افراد کی تربیت اور ان کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ ان کی نظر میں ایسا حکمران نبی یا شارع ہوتا ہے جو الٰہی وحی سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اور معاشرتی نظم و نسق کو شرعی اصولوں کے تحت چلاتا ہے۔ دوانی نے اس حکمران کو "امام" اور اس کے عمل کو "امامت" کہا ہے۔

۳. **دینار:** معاشرتی اور شرعی احکام کے نفاذ کے لیے مالی وسائل ضروری ہیں تاکہ ضروریات اور تعاون کا تبادلہ ممکن ہو سکے۔[۳۸]

اس کا خلاصہ اس جدول کی مدد سے بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے:

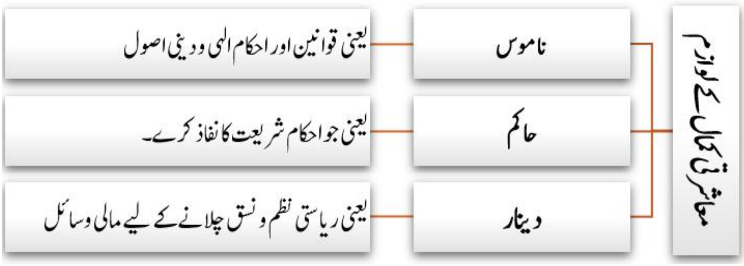

اقسام مدینہ:

شہری ترقی اور معاشرتی تکامل کے لیے شہر (مدینہ) اور سماج کی درست اور جامع شناخت ناگزیر ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر دوانی نے علمی اور منطقی اصولوں کی بنیاد پر مدینہ کی تعریف اور اس کی اقسام پر خاص توجہ دی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

ہے، تا کہ تمدن کی ماہیت، اس کے اخلاقی و سیاسی اصول، اور انسان کے اجتماعی کمال کی راہ کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ چنانچہ جلال الدین دوانی نے نصیر الدین طوسی کی اخلاقِ ناصری کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتاب کے لامعِ سوم کے لمعۂ سوم میں "اقسامِ مدینہ" کے عنوان کے تحت تمدن کی اقسام، معاشرتی طبقات، سیاست و حکومت کی ضرورت اور ان کی اقسام پر تفصیلی بحث کی ہے۔ وہ تمدن کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

۱. **مدینہ فاضلہ**: وہ معاشرہ جو خیر، نیکی اور حق کی بنیاد پر قائم ہو۔ اس سماج میں افراد کا باہمی تعلق عدل، حکمت اور اخلاقی اقدار پر استوار ہوتا ہے۔ چونکہ حق کی راہ ایک ہے، اس لیے مدینہ فاضلہ کی بھی ایک ہی قسم ہے۔ یہ ایک مثالی سیاسی معاشرہ ہے جس میں سیاستِ فاضلہ نافذ ہوتی ہے، اور اس کا نفاذ منظم اداروں اور دانشمند قیادت کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس کا مقصد انسانوں کو کمالات تک پہنچانا اور ایک عادلانہ نظام قائم کرنا ہے۔

۲. **مدینہ غیر فاضلہ**: وہ معاشرے جو شر، جہالت یا باطل نظریات سے وجود میں آتے ہیں اور سیاستِ ناقصہ پر قائم ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد بندگانِ خدا کو غلام بنانا اور الٰہی نعمتوں سے محروم کرنا ہوتا ہے۔ دوانی کے مطابق ایسے غیر فاضلہ معاشرے ان کی سیاسی بنیاد اور نظریاتی گمراہی کے اعتبار سے جاہلہ، فاسقہ اور ضالہ میں تقسیم ہوتے ہیں:۔[۳۹]

اس تقسیم بندی کو درج ذیل جدول کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے:

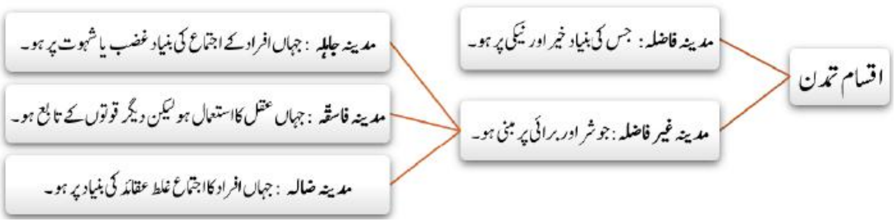

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

مدینہ فاضلہ:

ایک ایسے مثالی معاشرے کی خواہش ہمیشہ سے انسانی فکر اور شعور پر غالب رہی ہے، جہاں لوگوں کا باہمی تعلق نیکی، ابدی سعادت اور برائی کے خاتمے جیسے اصولوں پر قائم ہو، اور جہاں افراد کے عقائد، افعال اور مقاصد میں ہم آہنگی، فکری یکسانی اور باہمی تعاون پایا جائے۔ یہی وہ آرزو ہے جسے افلاطون نے سب سے پہلے ایک فلسفیانہ اور نظریاتی قالب میں ڈھالا۔ انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "جمہوریہ (Republic) " میں "مدینہ فاضلہ (Ideal State)" کا خاکہ پیش کیا، جس میں ہر فرد اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق عمل کرتا ہے اور ریاست کی رہنمائی فلسفی بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ افلاطون کے نزدیک مدینۂ فاضلہ ایک ایسا مثالی شہر ہے جس میں عدل، حکمت، شجاعت اور اعتدال جیسے اخلاقی اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ایک مثالی ریاست کی بنیاد تین طبقات یعنی حکما (فلاسفہ)، سپاہی اور عام لوگوں پر مشتمل ہے۔"[۴۰]

بعد کے ادوار میں بھی مختلف فلاسفہ اور دانشوروں نے مدینۂ فاضلہ کے تصور پر اپنے اپنے انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ اسلامی دنیا میں سب سے پہلے ابو نصر فارابی نے اپنی کتاب " آراء اہل مدینۃ الفاضلہ " میں افلاطونی سیاسی نظریات کو اسلامی شریعت اور اخلاقی اقدار کے قالب میں ڈھالا۔ فارابی کو اسلامی سیاسی فلسفے کا اولین معمار سمجھا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک مدینۂ فاضلہ وہ شہر ہے جہاں لوگ مل جل کر ایسے اعمال انجام دیتے ہیں جو انسان کو حقیقی سعادت تک پہنچاتے ہیں۔"[۴۱]

فارابی کے بعد خواجہ نصیر الدین طوسی نے بھی مدینۂ فاضلہ کے تصور متعلق اپنی کتاب اخلاقِ ناصری میں اپنے نظریات بیان کئے ہیں۔ ان کے مطابق " مدینۂ فاضلہ وہ معاشرہ ہے جہاں لوگ بھلائی کے حصول اور برائی کے ازالے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان میں خیالات اور اعمال دونوں میں اشتراک پایا جاتا ہے۔"[۴۲]

ملا صدرا، جو اسلامی فلسفے میں حکمتِ متعالیہ کے بانی ہیں، مدینۂ فاضلہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

" مدینۂ فاضلہ اور امتِ فاضلہ وہ ہوتی ہے جس کے تمام افراد مل کر اس مقصد کے لیے باہم تعاون کرتے ہیں کہ وہ حقیقی خیر اور کمالِ مطلق تک پہنچ سکیں۔"[۴۳]

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

جہاں تک جلال الدین دوانی کے تصورِ مدینۂ فاضلہ کا تعلق ہے، وہ اسے ایک ایسا مثالی معاشرہ سمجھتے ہیں جو خیر، نیکی اور حق کی بنیاد پر قائم ہو۔ اس معاشرے میں افراد کے باہمی تعلقات عدل، حکمت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ ایک جامع سیاسی نظام ہوتا ہے، جس میں سیاستِ فاضلہ کا نفاذ منظم اداروں اور صاحبِ حکمت قیادت کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔ دوانی کے نزدیک ایسے مدینے کا بنیادی مقصد انسان کو اخلاقی اور عقلی کمال تک پہنچانا اور ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی فلاح کا ضامن ہو۔[۴۴]

مدینۂ فاضلہ کے ارکان، طبقات اور فرائض:

مولانا دوانی افراد معاشرہ کو عقل و شعور اور حقائق و فضائل کی معرفت کے لحاظ مختلف درجات یا مراتب میں تقسیم کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیمات ہر فرد کی عقل کے مطابق ہوتی ہیں تاکہ ہر کوئی اپنی قابلیت کے مطابق ان سے فائدہ اٹھا سکے، لہذا ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کمال تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ ان طبقات کے اعتقادات اور نظریات میں اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن اجمالی امور میں اشتراک اور ایک فاضل مدبر کے تحت ہونے کی وجہ سے ان میں تعصب اور عناد نہیں ہوتا۔ وہ مدبر کے حکم کے مطابق کمال کی طرف بڑھتے ہیں۔[۴۵]

دوانی نے عقل و خرد کے لحاظ سے معاشرے کے افراد کو چار درجات میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں، جس کو درج ذیل جدول کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے:[۴۶]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلّہ

انسانوں کو عقل و خرد کے لحاظ مراتب میں تقسیم کرنے کے بعد جلال الدین دوانی نے کسی بھی معاشرے کے قیام اور بہتر نظم و انصرام کے لیے ریاست (مدینہ) کے ضروری ارکان یا اداروں کو درج ذیل پانچ گروہوں میں تقسیم کیا ہے:[۴۷]

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

دوانی "عدل" کو ریاستی اور سماجی ارکان، طبقات اور افراد کے درمیان منظم تعلقات کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عدل کی تعریف یہ ہے کہ ہر چیز اپنے مقام اور مرتبے پر ہو۔ سیاسی نقطۂ نظر سے عدل کا مطلب یہ ہے کہ ہر طبقہ، ہر رکن، ہر ادارہ اور ہر سربراہ اپنے مناسب مرتبے پر فائز ہو۔ لہٰذا عدل کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو ایک ہی پیشے یا صنعت میں مشغول رکھا جائے، اور مختلف کام ایک ہی فرد کو نہ سونپے جائیں۔ بصورتِ دیگر فطری نظام بے راہ روی کا شکار ہو جائے گا اور معاشرے کا کوئی فرد یا طبقہ اس کمال تک نہیں پہنچ سکے گا جس کا وہ بالقوّہ اہل ہے، کیونکہ ہر کمال کے حصول کے لیے مخصوص وقت اور توجہ درکار ہوتی ہے۔ اگر وقت اور توجہ مختلف مشاغل یا صنعتوں میں تقسیم ہو جائے تو کسی ایک شعبے میں مہارت حاصل کرنے کے لیے درکار ارتکاز میسر نہیں آئے گا۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف مختلف صنعتوں کی ترقی رک جائے گی بلکہ پورا معاشرہ اس کمال تک نہیں پہنچ سکے گا جو اس کا مقصود ہے۔ البتہ اگر کوئی فرد کئی صنعتوں میں مہارت رکھتا ہو تو اسے اُس صنعت میں مشغول رکھنا چاہیے جو یا تو زیادہ اہم ہو، یا اشرف ہو، یا جس میں اس کی بصیرت زیادہ ہو، تاکہ وہ مکمل توجہ اور مہارت کے ساتھ ایک کام انجام دے سکے۔ مدینۂ فاضلہ میں افرادِ معاشرہ کی فلاح و بہبود پر مبنی سیاست کا بنیادی تقاضا یہی ہے۔[۴۸]

مدینۂ فاضلہ کے مذکورہ بالا ارکان کے علاوہ معاشرے میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو کسی خاص صلاحیت، ہنر، مقام یا حیثیت سے محروم ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ افراد دوسرے طبقات کے لیے آلات، معاونین اور اوزار کی حیثیت رکھتے ہیں، تاکہ دیگر طبقات اپنی صنعتوں اور مشاغل میں ان کی جسمانی اور بدنی قوت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر ان افراد میں فضائل حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہو تو اصحابِ فضیلت انہیں تربیت دیتے ہیں تاکہ وہ اس کمال تک پہنچ سکیں جس کے وہ اہل ہیں۔ لیکن اگر ان میں یہ استعداد نہ ہو تو انہیں حکومت اور معاشرے کے مفاد میں مناسب طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ دوانی نے ایسے افراد کو "نوابت" یعنی نباتات سے تشبیہ دی ہے، جو جڑی بوٹیوں کی طرح کھیتوں اور باغات میں خود رو طور پر اگ آتی ہیں۔ نوابت کو پانچ گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جو درج ذیل ہیں:[۴۹]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلّہ

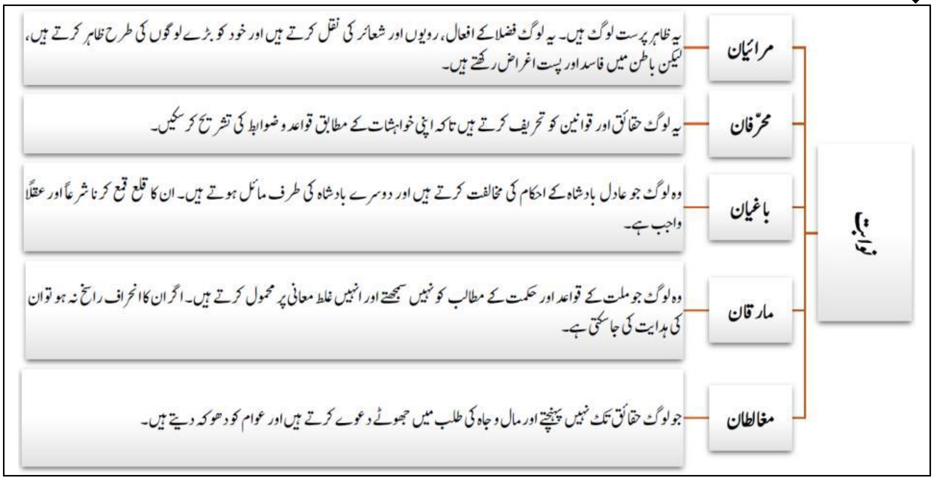

معاشرے، اس کے ارکان اور اداروں کی درست شناخت، سماج کے بہتر نظم و نسق کے لیے ناگزیر ہے۔

اسی لیے دوانی، اقسامِ مدینہ کے ساتھ ساتھ اس کے بنیادی ارکان، ضروری افراد اور غیر ضروری گروہوں کی پہچان کے لیے رہنما اصول متعین کرتے ہیں اور پھر سیاست اور نظام مملکت پر نہایت تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔

سیاست اور نظام مملکت:

اسلامی فلسفی روایت میں سیاست اور حکمرانی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ انسانی فلاح و بہبود اور کمال در اصل معاشرتی نظم اور باہمی تعاون میں ہی مضمر ہے۔ جلال الدین دوانی نے بھی اسی تناظر میں اپنی کتاب کے لامع سوم کے "لمعہ چہارم" میں فلسفیانہ انداز میں سیاست اور نظامِ مملکت کا جائزہ لیا ہے، اور اسے افرادِ معاشرہ کی ترقی و بہبود کے لیے ایک مثبت اور ضروری عمل قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس باب کا عنوان "در سیاستِ ملک و آدابِ ملوک" رکھا ہے۔

دوانی کے نزدیک سلطنت اللہ تعالی کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے، جو اس نے اپنے نیک بندوں کو عطا کی ہے۔ وہ احادیث اور آیات کی روشنی میں بادشاہ کو ظلِ الٰہی قرار دیتے ہیں، جو مظلوموں کو پناہ دیتا ہے۔ ان کا ماننا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے کہ اس نعمت کا شکر یہی ہے کہ بادشاہ عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرے، جیسا کہ قرآن میں حضرت داؤدؑ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔[۵۰]

سیاست کی ضرورت:

دوانی کے مطابق سیاست کا اصل مقصد افرادِ معاشرہ کی دینی اور دنیوی ضروریات کو پورا کرنا اور انہیں کمال تک پہنچانا ہے۔ اسی تناظر میں وہ سیاست کی ضرورت اور افادیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہیں، جنہیں بطور خلاصہ درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے؟

۱. افرادِ معاشرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایسے عملی اقدامات اور مواقع کی ضرورت ہے جن سے ان کی شعوری و ادراکی قوتیں جسم کی حرکی قوتوں پر غالب آئیں، تاکہ یہ قوتیں افراط و تفریط سے بچ کر عقل کی رہنمائی میں عفت، شجاعت، سخاوت اور پاکدامنی کی طرف مائل ہوں۔ عقل کو جسم کی تمام قوتوں پر بالادستی حاصل ہونی چاہیے تاکہ وہ ان سے متاثر نہ ہو، بلکہ تمام قوتیں اس کے تابع رہیں اور وہی عمل کریں جو قوۂ ادراک مقرر کرے۔ اس طرح ایک منظم اور متوازن معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو عقل کی حکمرانی میں نظم و ضبط کا نمونہ ہوتا ہے۔[۵۱]

۲. اگر معاشرے کو مناسب سیاست میسر نہ ہو اور عقل و شعور پر مبنی تدابیر کی حکمرانی نہ ہو، تو افرادِ معاشرہ کے امور اور باہمی مفادات میں خلل اور انتشار پیدا ہو گا، جس کا نتیجہ افراتفری اور بے نظمی ہو گا۔

۳. دوانی کے نزدیک جاہ طلبی اور نفع طلبی جیسے فطری رجحانات کی وجہ سے ہر انسان اپنے ذاتی مفادات کو دوسروں کے مفادات پر ترجیح دیتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی تعاون کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے اور مختلف تنازعات جنم لیتے ہیں۔ لہٰذا افرادِ معاشرہ کے حقوق کے تحفظ، باہمی رواداری اور بقائے باہمی کو یقینی بنانے کے لیے سیاست کا وجود ناگزیر ہے۔[۵۲]

۴. دوانی ایسی سیاست کے قائل ہیں جو انسان کو کمالات اور سعادات تک پہنچنے کا راستہ دکھائے اور خلافتِ الٰہی کے حصول میں معاون ہو۔ ایسی سیاست متوازن نفوس کے اعتدال کو برقرار رکھتی ہے اور غیر معتدل نفوس کو اعتدال کی طرف لاتی ہے۔[۵۳]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

۵. دوانی کے نزدیک سیاست کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ معاشرے کے افراد کو علمِ مدنی کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ دین اور دنیا کی فہم حاصل کر سکیں۔ یہ تعلیم تب ہی ممکن ہے جب حکومت اپنی مربوط پالیسیوں اور اداروں کے ذریعے اس علم کو عملی شکل دے کر معاشرے میں اس کا نفاذ یقینی بنائے۔ [۵۴]

سیاست کی اقسام:

دوانی نے سیاست کو بھی ریاست (مدینہ) کی طرح دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ [۵۵]

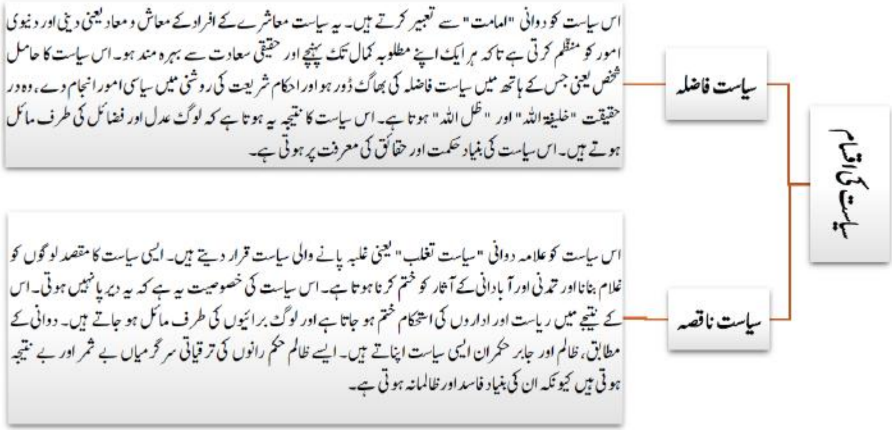

دوانی کی نظر میں اگر افرادِ معاشرہ گناہ کرتے ہیں تو ظالم حکمران بھی اس گناہ میں شریک ہوتا ہے کیونکہ ایک فاسد اور ظالم حکمران کی ناقص سیاست ہی لوگوں کو گناہ کی طرف مائل کرتی ہے۔ اس کے برعکس، اگر افرادِ معاشرہ نیک کام کرتے ہیں تو بھی حکمران ان نیکیوں میں شریک ہوتا ہے کیوں کہ اس کی فاضلہ سیاست ہی کے سبب لوگ نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس بات کی تائید میں دوانی نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ "رعایا اپنے بادشاہوں کی سیرت پر ہوتی ہیں"۔ [۵۶]

جلال الدین دوانی کے مطابق مطلوبہ سیاست، جسے سیاست فاضلہ کہتے ہیں، ایسی سیاست ہے جو دینی معارف کے فروغ اور انسانی کمالات کے حصول میں مددگار ثابت ہو۔ اگر مطلوبہ سیاست نافذ نہ ہو، تو زندگی کے مختلف شعبوں میں دین اور شریعت کا رواج اور نظام کا قیام ممکن نہیں ہو پاتا۔ ان کے نزدیک سیاست کا اصل مقصد دینی اہداف کو پورا کرنا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے، اس لیے وہ سیاست فاضلہ کو نہ صرف دنیاوی بلکہ اخروی امور کی بھی نگرانی کا ذمے دار سمجھتے ہیں اور سیاست فاضلہ کے حامل کو خدا کا خلیفہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس، سیاست ناقصہ میں دین کو ظالم حکمرانوں اور جابر سلاطین کی خواہشات کے تابع کر دیا جاتا ہے، جو اپنے ذاتی مفادات کے لیے لوگوں کا استحصال کرتے ہیں اور خدا کی زمین کی آباد کاری کے بجائے اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

حکومت کی ضرورت و اہمیت اور اقسام:

اگرچہ سیاست اور حکومت دو مختلف تصورات ہیں، لیکن عملی طور پر یہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ سیاست حکومت کے ذریعے متعین اور نافذ ہوتی ہے، اسی لیے دوانی سیاست کی ضرورت کے حوالے سے جو نکات بیان کرتے ہیں، وہ حکومت کی اہمیت کو بھی واضح کرتے ہیں۔ مثلاً، مختلف افراد کے مفادات کے باعث معاشرے میں تنازعات پیدا ہوتے ہیں، جن کی روک تھام کے لیے ایسی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہوتی ہیں جو حق اور مفادات کا درست تعین کریں اور اپنے حق سے تجاوز کرنے والے افراد کو روکیں، تاکہ ایک منظم اور نیک معاشرہ قائم ہو سکے۔[۵۷]

ظاہر ہے کہ کسی بھی سیاسی تدبیر کو عملی جامہ پہنانا حکومت کے ذریعے ہی ممکن ہے، کیونکہ حکومت ہی معاشرے میں نظم و ضبط قائم کرنے والی وہ واحد قوت ہے جو افراد کے تعلقات اور امور کو منظم کرتی ہے۔ حکومت کا وجود نہ صرف امن و امان کے قیام کے لیے ضروری ہے، بلکہ معاشرتی زندگی کی بقا اور افراد کو نظام کی پیروی اور کمالات و فضائل کی جانب راغب کرنے کے لیے بھی لازم ہے۔ اسی لیے ایسی حکومت کو جو "سیاست فاضلہ" کی پیروی کرے، "حکومت فاضلہ" کہا جاتا ہے، جو لوگوں کو سعادت، فضیلت اور عدل کی طرف لے جائے۔ جبکہ جو حکومت "سیاست غیر فاضلہ" کی تابع ہو، اسے "حکومت غیر فاضلہ" کہا جاتا ہے، جو بندگی خدا کے بجائے غلامی اور زمین کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔[۵۸]

جیسا کہ "انواع مدینہ" کے باب میں مدینہ فاضلہ میں عدل کی اہمیت بیان کی گئی ہے، اسی طرح "در سیاست ملک و آداب ملوک" کے باب میں بھی علامہ دوانی نے معاشرے کے مختلف ارکان، طبقات اور افراد کے باہمی تعلقات کو منظم کرنے میں عدل کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔[۵۹]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

ماخذ تحقیقی مجلہ

مطلوبہ حکومت کے منتظمِ اعلیٰ یا حاکم کی خصوصیات:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حکومت کی نوعیت کچھ بھی ہو، اس کی کامیابی کا انحصار اس نظام کو چلانے والے منتظم پر ہوتا ہے۔ دوانی کے نزدیک فاضلہ حکومت کی قیادت کے لیے وہ شخص موزوں ہے:

۱) جو الٰہی تائیدات سے بہرہ مند ہو تاکہ عالمِ غیب کے حقائق سے باخبر رہے اور دینی اقدار و رسوم کا نگہبان ہو؛

۲) جو سیاستِ فاضلہ کا پابند اور عادل ہو، اور اس کی ہدایات افراد کے نفوس کی تکمیل اور معاشرتی مفادات کے قیام کا ذریعہ بنیں؛

۳) جو احکامِ الٰہی کی روشنی میں دنیوی و اخروی امور میں حکمت و دانائی پر مبنی سیاست اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہو؛

۴) اور جو ایسے احکام اور پالیسیاں وضع کرے جو افراد کو نیکی، کمال اور نظام کی پیروی کی طرف راغب کرے، تاکہ ایک باکمال اور متوازن معاشرہ وجود میں آئے۔

ایسے حکمران کو قدیم حکما "ملک علی الاطلاق "(یعنی مطلق بادشاہ) کہتے ہیں، جبکہ دوانی اسے "امام "کا نام دیتے ہیں۔ دوانی کے نزدیک امام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ شریعت کے احکام کی حفاظت کرے، اور بدلتے ہوئے حالات و واقعات میں افرادِ معاشرہ کے مفادات اور شریعت کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے احکام جاری کرے اور انتظامی امور سرانجام دے۔ دوانی کے مطابق، امام کی حیثیت محض ایک سیاسی رہنما کی نہیں، بلکہ وہ حقیقت میں "ظل اللہ" (خدا کا سایہ)، "خلیفۃ اللہ" (خدا کا نائب) اور "نائبِ نبی" (نبی کا جانشین) ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ انسانوں کی رہنمائی اس انداز سے کرے کہ ان کی زندگی میں شریعت کا نفاذ ہو، اور وہ مقصد جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا یعنی خلافت الٰہی، عملاً قائم ہو۔[٦٠]

جلال الدین دوانی کے نزدیک ایک مثالی حاکم وہ ہوتا ہے جو معاشرے کے تمام پہلوؤں پر بصیرت افروز نظر رکھے اور ایک ماہر طبیب کی طرح اس کے امراض کی تشخیص و اصلاح کرے۔ وہ اپنی رعایا کو زیرِ دست یا محکوم نہیں بلکہ اولاد اور عزیز دوستوں کی طرح دیکھتا ہے۔ دوانی کی رائے میں بادشاہ یا حاکم دراصل "طبیبِ عالم" ہوتا ہے، جو نہ صرف بدن کی صحت کا نگہبان ہوتا ہے بلکہ بیماریوں کی پہچان اور ان کے ازالے کی تدبیر بھی کرتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

ان عمومی اوصاف کے علاوہ دوانی نے سابق حکما کے حوالے سے واضح کیا ہے کہ ایک حاکم میں درج ذیل سات خوبیوں کا ہونا بھی لازم ہیں:

دوانی بلندی ہمّت، درست رائے، صبر استقامت اور قوتِ ارادی کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں، جب کہ نسب، دولت اور لشکر کو انہی چار بنیادی خصوصیات کے تابع سمجھتے ہیں، لہٰذا ان کی نظر میں حاکم کی خوبیوں کا اصل دارو مدار انہی چار خصلتوں پر ہے۔[۲۱]

ریاستی استحکام کے کلیدی عوامل:

علامہ دوانی اپنے پیش رو حکما کی پیروی میں ریاست کے نظم و نسق اور حکومتی امور کی بنیاد "عدل" اور "حفظِ مراتب" کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر معاشرے میں طبقات اور مختلف سماجی گروہوں کے درمیان قائم توازن میں خلل واقع ہو جائے تو نہ صرف ہر فرد دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ امورِ مملکت میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور ریاست اپنی افادیت اور کارکردگی کھو بیٹھتی ہے۔ دوانی کے مطابق عدل، مختلف امور میں مختلف طریقوں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلّہ

سے متعین ہوتا ہے۔ دوانی عدل کو "خیرات" کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں اور خیرات کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

۱. **تقسیم اموال و کرامات:** دوانی کے نزدیک یہ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ ہر وہ دولت و کرامت و فضیلت حاصل کرے جو معاشرے کے دوسرے افراد کے پاس ہے، اور اگر اس میں کمی یا زیادتی ہو تو اس کی تلافی یا تدارک کیا جائے۔

۲. **معاملات و معاوضات:** معاملات اور معاوضات میں عدل کی رعایت بہت ضروری ہے کیونکہ انسان فطری طور پر مدنی بالطبع ہے اور اس کی زندگی تعاون و مشارکت پر مبنی ہے، لہٰذا منصفانہ معاملات کے بغیر معاشرت قائم نہیں رہ سکتی۔

۳. **تربیت و تأدیبات:** اس میں تعلیمات، تعزیرات اور حدود شامل ہیں۔ اگر کوئی فرد دوسروں کو نقصان پہنچائے تو حکومت کو اسی مناسبت سے تادیبی کاروائی کرنی چاہیے تا کہ عدل کا قیام ممکن ہو سکے۔[۴۲]

دوانی جہاں شریعت کے حدود اور احکام کو امور میں اعتدال اور حدِ وسط قائم رکھنے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، وہیں ان کے نزدیک ریاست کے استحکام اور معاشرے کے افراد کے درمیان اتحاد و عدل کے نفاذ کے لیے دو باتیں خاص طور پر اہم ہیں:

۱) معاشرے کے افراد کے درمیان الفت، اتحاد اور ہم آہنگی کا ہونا۔

۲) دشمنوں کے درمیان اختلافات اور تنازعات پیدا کرنا، تا کہ وہ ایک دوسرے کے شر میں مشغول رہیں اور ریاست ان سے محفوظ رہے۔[۴۳]

ریاست کے زوال کے بنیادی اسباب:

علامہ دوانی کے نزدیک ریاست کے زوال اور نابودی کی بنیادی وجہ حکام کا ظلم و ستم اور زیادتی کی طرف مائل ہونا ہے، جس سے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ظلم و زیادتی کی اصل جڑ حرص اور طمع جیسی شہوانی قوتوں کا غلبہ ہے۔ ظلم و ستم کے نتائج معاشرتی پسماندگی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن کر سامنے آتے ہیں۔ جب بادشاہ اور اس کے حواری ظلم میں ملوث ہوتے ہیں تو ہر فرد میں ظلم کی طرف رجحان بڑھ جاتا ہے، جو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14
ماخذ تحقیقی مجلہ

فطری طور پر انسان کی فطرت میں موجود ہوتا ہے، اور اس سے نظامِ عالم میں فساد پھیلتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے: "الملک یبقي مع الکفر و لا یبقي مع الظلم" (حکومت کفر کے ساتھ باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ نہیں۔[۶۴]

ظلم اور ناانصافی معاشرے کے افراد کے حقوق اور ان کے مراتب کے تحفظ میں خلل اور بے نظمی کا سبب بنتی ہے، جو بالآخر فساد کا باعث بنتا ہے۔ مولانا دوانی کے نزدیک اس قسم کے فساد سے بچاؤ کے لیے معاشرتی اور ریاستی امور میں اعتدال، نظم و نسق، اور انصاف کا قیام ناگزیر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست اور حاکم کو چاہیے کہ وہ افرادِ معاشرہ کو ان کے مرتبے کے مطابق مقام دیں، ہر شخص کو اس کی قابلیت کے مطابق کام اور اجرت مہیا کریں، اور اموال و کرامات کو منصفانہ طور پر، افراد کی لیاقت کے حساب سے تقسیم کریں۔ یہی اصول عدل و انصاف کے قیام کی بنیاد ہیں جو معاشرتی استحکام اور ترقی کے ضامن ہیں۔

نتیجۂ تحقیق:

جلال الدین دوانی کی کتاب "اخلاقِ جلالی" محض ایک اخلاقی تصنیف نہیں بلکہ مسلم فکری روایت میں مدینۂ فاضلہ کے تصور کی ایک جامع اور متوازن تشریح ہے۔ اس کتاب میں دوانی نے انسانی زندگی کے فردی، معاشرتی اور ریاستی پہلوؤں کو بہتر بنانے کے لیے ایک ایسا فکری خاکہ پیش کیا ہے جو شریعت اور حکمت کو ایک دوسرے کے مکمل اور لازم و ملزوم جزو کے طور پر دیکھتا ہے۔ ان کا نقطہ نظر نہ صرف عقلی و منطقی استدلال پر مبنی ہے بلکہ اس میں اشراقی بصیرت اور دینی اصولوں کی گہری ہم آہنگی بھی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔

سیاسیات کے میدان میں بھی جلال الدین دوانی کی فکر بہت معتبر اور گہری ہے۔ ان کے نزدیک انسان فطری طور پر معاشرتی مخلوق ہے، جس کی فطرت میں انس، محبت اور باہمی تعاون کا جذبہ شامل ہے۔ تاہم، چونکہ افراد کے مفادات میں تصادم کا امکان موجود رہتا ہے، اس لیے معاشرے میں نظم و نسق قائم رکھنے کے لیے حکیمانہ سیاست ناگزیر ہو جاتی ہے۔ دوانی سیاست کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں: سیاستِ فاضلہ، جو دین کی بنیاد پر معاشرتی بھلائی کو فروغ دیتی ہے، اور سیاستِ ناقصہ، جو دین کو دنیوی مفادات کے تابع کر دیتی ہے۔ ان کے خیال میں حقیقی سیاست وہی ہے جس کی بنیاد حکمت پر ہو، اور چونکہ حکمت شریعت کا لازمی حصہ ہے، اس لیے دین اور

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

سیاست ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ دوانی کا بنیادی مؤقف یہ ہے کہ حکمت اور شریعت میں کوئی تضاد نہیں بلکہ یہ دونوں ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ ان کے نزدیک عقل، وحی اور تجربہ معرفت کے معتبر ذرائع ہیں اور جو حقائق حکمت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں، شریعت ان کی تشریح اور تکمیل کرتی ہے۔

جلال الدین دوانی کے نزدیک، عدل مثالی حکومت کی بنیاد ہے اور اس کے قیام کے بغیر ریاست کی بقا، ترقی اور استحکام ممکن نہیں۔ وہ ایسی حکومت کا تصور پیش کرتے ہیں جہاں ہر فرد کو اس کی قابلیت اور مرتبے کے مطابق مقام دیا جائے، وسائل منصفانہ طور پر تقسیم کیے جائیں، اور باہمی محبت و اتفاق کے ذریعے قومی یکجہتی کو فروغ دیا جائے۔ دوانی حکمران کو "خلیفۃ اللہ" اور "ظل اللہ" کا مرتبہ دیتے ہیں، بشرطیکہ وہ شریعتِ محمدی کی روشنی میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے اور معاشرتی بھلائی کو یقینی بنائے۔

ان تمام پہلوؤں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ دوانی نے اپنی کتاب "اخلاق جلالی" میں نہ صرف مدینۂ فاضلہ کے تصور کی جامع اور مفصل تشریح کی ہے بلکہ اس کے نظریاتی اور عملی اصولوں کو بھی مؤثر انداز میں واضح کیا ہے۔ ان کا فلسفہ اسلامی سیاسیات اور اخلاقیات کا ایک متوازن امتزاج ہے، جس نے نہ صرف اپنے دور کے فکری افق کو روشنی بخشی بلکہ بعد کے مسلم مفکرین اور حکما کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی؛ چنانچہ بعد کے کئی مسلم مفکرین اور حکما نے دوانی کی فکر کو بنیاد بنا کر اپنی علمی تحقیقات اور نظریات کو فروغ دیا۔ اس طرح، دوانی کی تعلیمات نے اسلامی فکری روایت کو نہ صرف وسعت بخشی بلکہ اسے نئی گہرائی اور مضبوطی بھی عطا کی۔

حوالہ جات

۱۔ کیکاؤس، امیر عنصر المعالی، قابوس نامہ، تصحیح سعید نفیسی، تھران، کتاب فروشی فروغی، ۱۳۴۲ھ ش
۲۔ خواجہ نظام الملک، اَبو علی حسن، سیاست نامہ، تصحیح: محمد قزوینی، تھران، ۱۳۹۷ھ ق
۳۔ غزالی، اَبو حامد محمد، کیمیای سعادت، تھران، انتشارات طلوع و انتشارات زرین، ۱۳۶۴ھ ش
۴۔ سعدی، گلستان، شرکت دانش، ۱۳۶۷ھ ش
۵۔ سعدی، بوستان، شرکت دانش، ۱۳۶۸ھ ش

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

۶۔ نصیر الدین طوسی، خواجہ، اخلاق ناصری، تصحیح: مجتبیٰ مینوی و علی رضا حیدری، تہران، شرکت سہامی انتشارات خوارزمی، ۱۳۷۳ھ ش

۷۔ دوانی، جلال الدین، اخلاق جلالی، تصحیح: مولوی نصیر الدین، لاھور، مطبع کریمی پریس، ۱۹۲۳ء

۸۔ کاشفی، ملا حسین واعظ، اخلاق محسنی، لاھور، مطبع مجیدی، ۱۹۵۵ء

۹۔ مسکویہ، ابی علی احمد بن محمد بن یعقوب، تہذیب الاخلاق، تحقیق: عماد الہلالی، بیروت، منشورات الجمل، ۲۰۱۱ء

۱۰۔ نصیر الدین طوسی، خواجہ، ۱۳۷۳ھ ش، صص ۳۵-۴۳

۱۱۔ دانشگر، مریم، "تأثیر افکار و آثار جلال الدین محمد دوانی در شبہ قارہ ی ھند"، مشمولہ: فصلنامہ مطالعات شبہ قارہ دانشگاہ سیستان و بلوچستان، شمارہ ۲۱، ۱۳۹۳ھ ش، صص ۳۸-۴۲

۱۲۔ نوربخش، سیما؛ زندگی، آثار و اندیشہ ھای جلال الدین دوانی، مجلہ تحقیقات اسلامی، ۱۳۷۸، سال سیزدھم، ش۴۹، ص۲۰۸۔-۲۰۹

۱۳۔ "علامہ جلال الدین دوانی"، دائرۃ المعارف طھور، علامہ جلال الدین دوانی https://tahoor.com/، رسائی: ۳۰نومبر ۲۰۲۴ء

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ویکی فقہ دانشنامہ حوزوی، جلال الدین دوانی https://fa.wikifeqh.ir/، رسائی ۳۰نومبر ۲۰۲۴ء

۱۷۔ رک: دوانی، جلال الدین، اخلاق جلالی، تصحیح: مولوی نصیر الدین، لاہور، مطبع کریمی پریس، ۱۹۲۳ء

۱۸۔ ویکی فقہ دانشنامہ حوزوی، جلال الدین دوانی https://fa.wikifeqh.ir/، رسائی ۳۰نومبر ۲۰۲۴ء)

۱۹۔ رک: دوانی، جلال الدین، ۱۹۲۳ء، ص ۲۰-۲۱

۲۰۔ دانشگر، مریم، ۱۳۹۳ھ ش، ص ۴۰

۲۱۔ حیدری، شبیر احمد (مترجم)، اخلاق جلالی معہ مقدمہ و ترجمہ، ڈاکٹر حافظ شبیر احمد حیدری، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

۲۲۔ اردو لغت (تاریخی اُصول پر) جلد ۸، کراچی، اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷٦

۲۳- فارابی، أبو نصر، إحصاء العلوم، مقدمه و شرح: علی بو ملحم، بیروت، مکتبه الهلال، ۱۹۹٦ء، ص ۸۰

۲۴۔ دانشنامہ بزرگ اسلامی جلد ۴، "ابن سینا"، تہران، مرکز دائرۃ المعارف اسلامی، مقالہ نمبر ۱۳۵٦، https://lib.eshia.ir/23022/4/1356

۲۵۔ رک: ارسطو، متافزیک، ترجمہ: محمد حسن لطفی، تہران، طرح نو، ۱۳۹۰ش

۲٦۔ نصیر الدین طوسی، خواجہ، ۱۳۷۳ش، ص ۴۰

۲۷۔ ایضاً، ص ۳۸

۲۸۔ دوانی، جلال الدین، ۱۹۲۳ء، ص ۲۰-۲۱

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ نصیر الدین طوسی، خواجہ، ۱۳۷۳ش، ص ۴۰

۳۱۔ دوانی، جلال الدین، ۱۹۲۳ء، ص ۲۰-۲۱

۳۲۔ اردو لغت (تاریخی اُصول پر) جلد ۱۲، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷٦

۳۳۔ معین، محمد، فرہنگ فارسی (فرہنگ معین) ج ۱، تہران، مؤسسہ امیر کبیر، چاپ دہم ۱۳۷۵ش، ص ۳۹۷۰

۳۴۔ اردو لغت (تاریخی اُصول پر) جلد ۱۲، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷۷

۳۵۔ منیب الرحمن، مفتی، سیاست، مشمولہ: روزنامہ دنیا، ۲۸/ ۰۵/ ۲۰۲۲ء، https://dunya.com.pk/index.php/author/mufti-munib-ur-rehman/2022-05-28/39757/48702239، رسائی: ۴ دسمبر ۲۰۲۴

۳٦۔ دوانی، جلال الدین، ۱۹۲۳ء، ص ۲۳۱-۲۳۷

۳۷۔ ایضاً، ص ۲۴۰-۲۴۱

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

۳۸۔ ایضاً، ص ۲۳۷-۲۳۸

۳۹۔ ایضاً، ص ۲۶۳-۲۶۴

۴۰۔ افلاطون، جمہوریہ افلاطون، مترجم: مولوی مرزا محمد ہادی، حیدر آباد دکن، دار الطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۵، صص ۲۰۹-۲۷۰

۴۱۔ الفارابی، أبی نصر، آراء أهل المدینة الفاضلة و مضاداتها، مقدمه و شرح: علی بو ملحم، بیروت، دار و مکتبه الهلال، ١٩٩٥ء، ص ١١٣

۴۲۔ نصیر الدین طوسی، خواجہ، ۱۳۷۳ش، ص ۲۸۰

۴۳۔ ملاصدرا، محمد بن ابراهیم، المبدأ و المعاد، تهران، انجمن حکمت و فلسفه ایران، ١٣٥٤ش، ص ۴۹۰

۴۴۔ دوانی، جلال الدین، ۱۹۲۳ء، ص ۲۶۳-۲۶۴

۴۵۔ ایضاً ۱۹۲۳، ص ۲۶۶-۲۶۷

۴۶۔ ایضاً، ص ۲۶۶

۴۷۔ ایضاً، ص ۲۶۸-۲۶۹

۴۸۔ ایضاً، ص ۲۶۹-۲۷۰

۴۹۔ ایضاً، ص ۲۷۰-۲۷۱

۵۰۔ ایضاً، ص ۲۷۱-۲۷۲

۵۱۔ ایضاً، ص ۵۱-۵۶

۵۲۔ ایضاً، ص ۲۳۶-۲۳۷

۵۳۔ ایضاً، ص ۲۳۹

۵۴۔ ایضاً، ص ۲۴۱

۵۵۔ ایضاً، ص ۲۷۲-۲۷۵

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 2, (April to June 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-II)urdu-14

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۷۶

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۳۶-۲۳۷

۵۸۔ ایضاً، ص ۲۷۲-۲۷۳

۵۹۔ ایضاً، ص ۲۷۵-۲۷۶

۶۰۔ ایضاً

۶۱۔ ایضاً، ص ۲۷۶-۲۷۷

۶۲۔ ایضاً، ص ۲۸۶

۶۳۔ ایضاً، ص ۲۷۹

۶۴۔ ایضاً